عالم اسلام اور دہشت گردی عصر حاضر کے تناظر میں

ساحل نوید*

ABSTRACT:

The term terrorism is being used frequently for the past two decades and at present this term has now become the most popular topic of discussion among political, education and social sectors of the society. However the dilemma is that there is no precise, single definition which is mutually agreed upon by the nations of the world. Sometimes a soldier of one nation becomes a symbol of threat for the opposing nation, at the same time a truly patriotic soldier of one state becomes a terrorist for another state. For this very reason scholars, as well as the common man seems puzzled, divided and confused in this regard.

Therefore this article will analyze the various definitions, descriptions as well as the difference between movement of freedom and terrorism. So that on one hand the correct application of the term can be used, on the other hand the concept of attributing every Muslim political opponent with the newly created universal phenomenon of terrorism can be abolished.

اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ میں دہشت گردی کی اصطلاح کا استعمال پچھلی دو دہائیوں سے بہت زیادہ کیا جارہاہے اور دور حاضر میں یہ اصطلاح علمی، سیاسی اور فکری حلقوں میں خصوصیت کے ساتھ موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ دہشت گردی کی تاریخ انسانی تاریخ کی طرح پرانی ہے۔دنیا میں اگر اچھائی ہے تو برائی بھی ہے، نیکی ہے تو بدی کی قوتیں بھی اپنا غلبہ اور تسلط قائم کرنے کے لئے ہمیشہ سرگرم رہی ہیں اور یقیناً دنیا کے قائم رہنے تک یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ مگر عہد حاضر میں اس اصطلاح کی ماہیت وحقیقت کو سمجھنے کے حوالے سے جو بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ یہ کہ اس کی کوئی متفقہ، مشترکہ اور متعین تعریف موجود نہیں ہے جس پر اقوام عالم کا اجماع ہو۔یہی وجہ ہے کہ مفکرین و ماہرین کے ساتھ ساتھ عوام اس معاملے میں تذبذب اور تقسیم کا شکار نظر آتے ہیں۔دہشت گردی کی تعریف میں تنوع کی بڑی وجہ دنیا بھر کی اقوام کے مفادات ونظریات کا باہم متضاد ومتصادم ہونا بھی ہے۔ایک قوم کا سپاہی، مخالف قوم کے لئے دہشت گردی کی علامت ہوتا ہے اور ایک وقت میں ایک ریاست کا محبّ وطن کہلایا جانے والا فوجی دوسری ریاست کے لئے دہشت گرد بن جاتا ہے۔مثلاً اسرائیل کی خفیہ ایجنسی ''موساد'' کو مسلم دنیا میں دہشت و بربریت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ

* ریسرچ اسکالر: کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی　　برقی پتا: sahil.naved@gmail.com
تاریخ موصولہ: ۷/۱/۲۰۱۵ء

اسرائیل کے نقطۂ نظر سے وہ ایک محبّ وطن اور دفاعی ریاستی ادارہ ہے۔ اسی طرح نیلسن منڈیلا (Nelson Mandela) سالہاسال عالمی دہشت گرد گردانا گیا۔ پھر اسی کو امن کا نوبل انعام دے کر عالمی امن کا علمبردار تسلیم کرلیا گیا۔ محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اگر مسلم امہ کے لئے مجاہد کا درجہ رکھتے ہیں تو وہی دوسری قوموں کی نظر میں جارح اور شدت پسند ہوسکتے ہیں۔ بہرحال اس اصطلاح کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے جو ذیل میں تحریر کی جارہی ہیں۔

لغوی واصطلاحی تعریف

۱۔ لغوی معنی

دہشت گردی فارسی زبان کا لفظ ہے جو لفظ 'دہشت' سے نکلا ہے جس کا معنی خوف وہراس ہے جبکہ دہشت گردی کے معنیٰ خوف و ہراس پھیلانا ہے۔اس کا فاعل 'دہشت گرد' کہلاتا ہے(۱)۔اور یہ لفظ اردو زبان میں بھی ان ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

عربی زبان میں اس کے لئے 'رھبة، رھبیٰ' اور 'رھب' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔جن میں ڈر اور خوف کے معنی پائے جاتے ہیں۔اسی طرح 'ارھاب' کے معنی دہشت وخوف اور عربی لفظ 'ارھابی' کے معنی دہشت گرد کے ہیں۔

☆ المنجد کی تعریف کے مطابق دہشت گرد اسے کہتے ہیں:

من یلجاء الی الارھاب لاقامة السلطه۔(۲)

''جو بالادستی قائم کرنے کے لئے دہشت کا سہارا لیتا ہے''۔

اس طرح قرآن مجید میں رھبه، رھب اور رعب کے الفاظ کئی مقامات پر استعمال کئے گئے ہیں۔

جیسا کہ سورۃ الحشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِی صُدُوْرِهِمْ مِنَ اللّٰهِ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ (۳)

''ان منافقوں کے دلوں میں اللہ کے خوف سے زیادہ تمہاری دہشت ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ سوجھ بوجھ نہیں رکھتے''۔

ایک اور مقام پر لفظ 'رھب' بمعنیٰ ڈر وخوف کے اس طور پر قرآن میں استعمال ہوتا ہے:

اَسْلُکْ یَدَکَ فِی جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَاءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ وَّاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِکَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهٖ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِیْنَ (۴)

''اپنا ہاتھ اپنی جیب میں ڈالو وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا۔اور اگر ڈر محسوس ہو تو اپنا بازو اپنے جسم سے لگالو۔سو یہ آپ کے رب کی طرف سے دو معجزے ہیں جنہیں تم فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کرسکتے ہو وہ بڑے بڑے نافرمان لوگ ہیں''۔

اسی طرح سورۃ اعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوا اَعْيُنَ النَّاسِ واسْتَرْهَبُوْ هُمْ وَ جَاء وا بِسِحْرٍ عَظِيم (۵)

''پھر جب انہوں نے رسیاں پھینکیں تو انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر سحر کیا اور خوفزدہ کر دیا اور بڑا زبردست سحر بنالائے''۔

☆ انگریزی زبان میں خوف و دہشت کے لئے Terror کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اس کا فاعل Terrorist اور دہشت پھیلانے یا خوفزدہ کرنے کا عمل Terrorism یعنی دہشت گردی کہلاتا ہے۔(۶)

۲۔ اصطلاحی تعریف

دورِ حاضر کے عالمی سیاسی حالات میں کیا جانے والا دہشت گردی کی اصطلاح کا استعمال نوزائیدہ ہے اور اس کی کوئی ایک متفقہ تعریف متعین نہیں۔اس کے متفقہ تعین میں جو مشکلات درپیش ہیں ان پر روشنی ڈالتے ہوئے ہوئے لبنانی مفکر اور سابق سفارت کار ڈاکٹر سمع زیدان بیان کرتے ہیں کہ:

"There is no general consensus on the definition of terrorism, the difficulty of defining lies in the risk it entails of taking position, the political value of the term currently prevail over its legal one. lefts to its political meaning, terrorism easily falls pray to change that suits the interest of particular states at particular times. the Taliban and Osama bin Laden were once called freedom fighters and backed by the CIA. Now they are on top of the International terrorist list. Today, the United Nations views Palestinians as freedom fighters, yet Israel regards them as terrorists. (7)

ڈاکٹر سمع زیدان کی یہ رائے آج کے معروضی حالات کی بڑی حد تک درست ترجمانی کرتی ہے کہ آج کا حریت پسند بعض اوقات کل کا دہشت گرد بن جاتا ہے اور کبھی ایک قوم کا محبّ وطن شہری دوسری قوم کی نظر میں دہشت گرد کہلایا جاتا ہے۔اور یہی سیاسی وجوہات دہشت گردی کی متفقہ قانونی تعریف کے تعین کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ بہر حال دورِ حاضر میں دہشت گردی کی اصطلاح کے متعارف کروانے کا سہرا مغرب کے سر جاتا ہے۔اس لئے اس کی تعریف کے حوالے سے پہلے مغربی ذرائع کے بیانات واقتباسات کے حوالوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

(۱) دہشت گردی کی اصطلاحی تعریف کے حوالے سے انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا لکھتا ہے:

"Terrorism, the systematic use of terror or unpredictable violence against government, public or individuals to attain political objectives." (8)

''دہشت گردی،کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لئے حکومت،عوام یا کسی فرد کے خلاف باقاعدہ و منظّم طور پر خوف وہراس پھیلانا یا ناقابل تصدیق تشدد کے استعمال کا نام ہے''۔

(۲) ورلڈ بک آف انسائیکلوپیڈیا کی تعریف کے مطابق:

Terrorism is the use or threat of violence to create fear and al arm. Terrorist murder and kidnap people, set of bomb, hijack airplanes, set fires and commit other serious crimes but the goals of terrorists differ from those of ordinary criminals, most criminals want money or some other form of personal gain but most terrorists commit c rimes to support political causes.(9)

"خوف اور دہشت پیدا کرنے کے لئے تشدد کا استعمال یا اس استعمال کی دھمکی دینا دہشت گردی ہے۔ دہشت گرد لوگوں کا قتل اور اغوا کرتے ہیں۔ بم دھماکوں، ہوائی جہازوں کا اغوا، اور آگ لگانے جیسے سنجیدہ نوعیت کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لیکن عام مجرموں کے مقابلے میں دہشت گردوں کے اغراض و مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر و بیشتر مجرم مال و دولت یا کسی اور ذاتی منفعت کے حصول کے لئے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں جبکہ دہشت گرد عام طور پر صرف سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں"۔

(۳) امریکی ڈپارٹمنٹ آف اسٹیٹ کی تعریف کے مطابق:

Politi cally motivated vio lence perpet rated agains t non-combat ant t arget by sub-nation al group or clandestine groups.(10)

"اقلیتی یا مخفی گروہوں کی جانب سے، سیاسی اغراض کے حصول کے لئے اختیار کیا جانے والا تشدد کا راستہ جس کا ہدف غیر فوجی (شہری) افراد بنیں (دہشت گردی کہلاتا ہے)"۔

(۴) یورپی یونین نے دہشت گردی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

[Act s which] may s eri ousl y damage a cou ntry o r an int ern atio nal organizatio n where committed with the aim of seriously intimidating a population. (11)

(۵) اقوام متحدہ نے دہشت گردی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ:

Criminal acts intended or calculated to provoke a state of terror in the general public, a grou p of perso ns or parti cul ar person s for p oli tical purpos es,ar e i n any circums tance unjustifiable, whatever the consideration of a political, philos ophical, ideological, racial, ethnic, religious or any other nature that may be involve to justify them. (12)

"کسی مخصوص فرد یا افراد پر مشتمل گروہ کی جانب سے سیاسی مقاصد کے تحت کئے جانے والے مجرمانہ افعال جو عام لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کا باعث بنیں (وہ دہشت گردی ہے) وہ کسی بھی حالت میں ناجائز ہیں۔ چاہے اس کے جائز ہونے کے پیچھے کوئی بھی سیاسی، فلسفیانہ، نظریاتی، نسلی، گروہی، مذہبی یا کسی بھی قسم کا فلسفہ کار فرما ہو"۔

دہشت گردی کی اصطلاح کا متفقہ تعین وہ تصفیہ طلب معاملہ ہے جس میں دنیا بھر کے بیشتر ممالک، اداروں اور مفکرین کے درمیان اختلافات موجود ہیں۔یہی وجہ ہے کہ تحقیق کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں اس اصطلاح کی تقریباً سوا تین سو قابل ذکر مگر متضاد تعریفیں موجود ہیں جن میں نوے تشریحات و تعریفات مختلف سرکاری یا غیر سرکاری اداروں کی طرف سے کی گئی ہیں(۱۳)۔جن کے مشترکہ نکات کے مطابق ''غیر قانونی طور پر تشدد کا استعمال، یا استعمال کرنے کی دھمکی دینا، تا کہ اس کے ذریعے خوف و ہراس پھیلاتے ہوئے سیاسی مقاصد کو حاصل کیا جائے، دہشت گردی ہے'۔ان تمام توضیحات میں جو مشترکہ نکات پائے جاتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک تشدد کا استعمال،

۲۔ دوسرا سیاسی مقاصد کا کارفرما ہونا اور

۳۔ تیسرا ''عوام کو نشانہ بناتے ہوئے خوف پھیلانا''۔

لیکن یہی وہ نکات ہیں جو دہشت گردی کی متفقہ تعریف کے تعین میں رکاوٹ بھی ہیں اور ان توضیحات میں نئے مباحث کو جنم دیتے ہیں۔کیونکہ بعض اوقات بڑی عالمی طاقتیں بھی سیاسی مقاصد کے زیر اثر بے دریغ تشدد کا راستہ اختیار کرتی ہیں۔جس نے عوام خصوصاً تیسری دنیا کے مسلمان ممالک کے لوگوں کو ہراساں کرتے ہوئے ان کے جان، مال اور املاک پر گہرے منفی اثرات مرتب کیے ہیں مگر عالمی طاقتوں کی طرف سے کی جانے والی ایسی کارروائیوں کو دہشت گردی کے زمرے میں نہیں لایا جاتا اور صرف کمزور ریاستوں یا گروہوں کو سیاسی اختلاف یا تعصب کے زیر اثر اس تعریف میں شامل کر لیا جاتا ہے۔بین الاقوامی شہرت یافتہ امریکی پروفیسر نوم چومسکی ان بہت سے مفکرین میں سے ایک ہیں جو عام مستعمل دہشت گردی کی تشریحات سے متفق نہیں اور ان تشریحات کے نتیجے میں شروع کی گئی دہشت گردی کے خلاف جنگ (war on terror) کے مخالفین میں صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں اور وہ اس جنگ پر اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ ''اس خود ساختہ جنگ کی صورت میں اوبامہ تاریخ کی غالباً سب سے بڑی دہشت گرد کارروائی کر رہے ہیں(۱۴)۔چومسکی بین الاقوامی دہشت گردی کا سب سے بڑا ماخذ (Major source) دنیا کی ان بڑی طاقتوں کو قرار دیتے ہیں جو امریکہ کی سربراہی میں دہشت گردی کے خلاف جنگ شروع کیے ہوئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سربراہی میں دیگر کمزور ریاستوں میں کی جانے والی امریکی مداخلت کو دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہوئے پروفیسر چومسکی کہتے ہیں کہ:

"wanton killing of innocent civilians is terrorism, not a war against terrorism".(15)

مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کی بیان کردہ تعریفوں میں یہ نکتہ شامل ہے کہ دہشت گردی ''تشدد'' کا استعمال ہے۔یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تشدد اگر افراد یا گروہوں کی جانب سے ہو تو دہشت گردی ہے۔لیکن اگر یہی تشدد ایک

ملک دوسرے ملک کی عوام پر بیرونی جارحیت کی صورت میں کر رہا ہو تو وہ کس طرح جائز اور بین الاقوامی اصول کے مطابق قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ انٹرنیشنل لاء کمیشن (International Law commission) نے عالمی امن اور انسانی حقوق کے حوالے سے جو قانونی ضابطہ مقرر کیا ہے اس کے مطابق ''ایک ملک کی دوسرے ملک پر جارحیت کو دہشت گردی کی شکل قرار دیا گیا ہے'' (۱۶)۔ لیکن جب امریکہ عراق یا افغانستان کی ریاستوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو ایک جمہوری ریاست ہونے کی حیثیت سے اس کے پیچھے اس فعل میں اس کی عوام کی رضامندی شامل ہوتی ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ حملہ جارحیت نہیں بلکہ امریکی تناظر میں عوامی اور ملکی مفاد کے تحفظ کا ذریعہ اور حب الوطنی کا تقاضہ ہے۔ جبکہ عام عراقی یا افغانی کے نقطہ نظر سے یہ جارحیت یا دہشت گردی ہے۔ دہشت گردی کی تعریف اور اس کے درست اطلاق کے حوالے سے پائے جانے والے ابہام کو واضح کرتے ہوئے نیلسن منڈیلا نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کے دوران اس تاریخی رائے کا اظہار کیا تھا کہ:

"No one can differenciate between terrorist and Freedom fighter as at one time I was dubbed a terrorist and now I am head of state." (17)

باوجود اس کے کہ دہشت گردی کی تعریف بین الاقوامی تناظر میں ہنوز نامکمل ہے مگر پھر بھی کچھ ایسے افعال ہیں جنہیں متفقہ طور پر دہشت گردی قرار دیا جاسکتا ہے۔ یا جو زیر بحث دہشت گردی کے مفہوم کو کسی حد تک اجاگر کرتے ہیں۔ مثلاً شہریوں اور ان کی املاک پر حملہ آور ہونا، جہازوں کا اغوا کرنا، شہری و فوجی علاقوں میں بلاتفریق بم دھماکے کرنا، زہریلی گیسوں، کیمیاوی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کا استعمال کرنا، خواہ یہ شہریوں پر کئے جائیں یا افواج پر دہشت گردی کہلاتے ہیں۔

مختصراً طاقت اور تشدد کا ایسا غیر قانونی استعمال جس کے پیچھے سیاسی اغراض و مقاصد پوشیدہ ہوں اور ان مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے خوف و دہشت پھیلاتے ہوئے شہریوں یا افواج کو نشانہ بنایا جائے، شہریوں کی ذاتی یا ملکی املاک کو تباہ کیا جائے اور ذہنی و جسمانی طور پر قتل، اغوا اور تشدد کا سہارا لیا جائے تو یہ عمل دہشت گردی کہلائے گا۔

۳۔ دہشت گردی اور تحریک آزادی کا فرق

دہشت گردی کی جملہ تعریفوں کے مطابق ''سیاسی اغراض و مقاصد پورے کرنے کے لئے قوت کا استعمال'' دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔ مگر دہشت گردی کی ان تعریفوں میں جو کمزوری ہے وہ یہ ہے کہ ایک غلام قوم کا غلامی سے نکلنے کے لئے سیاسی جدوجہد کرنا یا آزادی کی تحریک چلانا بھی سیاسی اغراض و مقاصد کے دائرے میں شامل ہے۔ اب ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوا تھا ہے کہ آیا وہ تمام اقوام جو کسی نہ کسی حوالے سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں اور اپنا بنیادی انسانی حق 'حق خودارادیت' حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں کیا ان کی اس جدوجہد آزادی کو دہشت گردی کا نام دیا جائے گا؟ کیونکہ یہ فطری امر ہے کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے سیاسی و عسکری ہر طریقہ بروئے کار لایا جاتا

ہے۔تاکہ غاصب وقابض طاقت، چاروناچار اپنا تسلط وغلبہ ختم کر دے۔تاریخی اور واقعاتی حوالے سے دیکھا جائے تو دنیا کی بے شمار مہذب اقوام نے بذاتِ خود قوت وطاقت کا استعمال کر کے دیگر غاصب اقوام سے آزادی حاصل کی ہے لیکن ان اقوام کو آج آزاد اور خود مختار ریاستوں کا درجہ حاصل ہے۔پچھلی صدی میں فرانس اور برطانیہ کی نوآبادیات کا دائرہ افریقہ سے ایشیاء تک پھیلا ہوا تھا جن سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ان براعظموں کے کئی ممالک مثلاً پاکستان اور ہندوستان وغیرہ نے تقریباً دو صدی تک جدوجہد آزادی کی تحاریک کو جاری رکھا تو کیا ان حالات میں ان پر دہشت گردی کا لیبل لگا دیا جائے؟ اٹھارویں صدی میں خود امریکہ نے قوت وطاقت استعمال کر کے انگلستان سے آزادی حاصل کی۔ یورپ کے کئی ممالک ان ہی مراحل سے گزر کے آج دنیا کی مہذب اقوام کی صف میں خود کو شمار کرتے ہیں تو کیا وہ تمام دہشت گردی کے مرتکب ہوئے ہیں؟ اگر کسی قوم کا حق خود ارادیت کے لئے قوت وطاقت کا استعمال کرنا دہشت گردی ہے تو پھر اس کے ارتکاب کرنے والوں میں امریکہ، فرانس، اسپین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۳ء کی امریکی جنگ آزادی جو اس بنیاد پر شروع کی گئی کہ اس وقت کی برطانوی پارلیمنٹ نے شہریوں پر نئے ٹیکس لاگو کر دیئے تھے۔جس کے جواب میں عوام نے اپنے وقت کی حکومت کے خلاف عام بغاوت کا اعلان کرتے ہوئے تقریباً سات سال اور گیارہ ماہ لڑی جانے والی جنگ کے بعد برطانوی حکومت سے آزادی حاصل کی (۱۸)۔ اس میں طرفین کا بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔جس میں صرف امریکی انقلابیوں کی اموات تقریباً پچاس ہزار کے قریب بیان کی جاتی ہیں۔جب کہ برطانوی اور اتحادی اموات کا تخمینہ تقریباً بیس ہزار کے قریب لگایا جاتا ہے(۱۹)۔اس تباہی و بربادی کے نتیجے میں امریکہ نے برطانوی استعمار سے آزادی حاصل کی اور آج اسے آزادی کی جنگ کہا جاتا ہے۔

تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ آزادی کی بے شمار تحاریک جائز سیاسی اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بھی طاقت وقوت کا استعمال کرتی رہی ہیں جو کہ بعض حالتوں میں ان تحاریک کی کامیابی کے لئے ناگزیر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی کی مروجہ مغربی تعریفوں پر کئی حلقوں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔بین الاقوامی قانون، طاقت کے ہر استعمال کو دہشت گردی سے موسوم نہیں کرتا۔اور وہ جنگیں جو دفاعی مقاصد کے تحت جائز حقوق کے حصول کے لئے لڑی جاتی ہیں انہیں دہشت گردی قرار نہیں دیا جا سکتا۔بین الاقوامی قانون کے ماہر پروفیسر کرسٹوفر کوئے نے تحاریک آزادی اور دہشت گردی کے درمیان فرق کے حوالے سے اپنی کتاب Liberation Struggle In International Law میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کر کے تحاریک آزادی اور دہشت گردی کے درمیان فرق کو موثر انداز میں واضح کیا ہے۔مصنف کہتے ہیں کہ ”اقوام متحدہ کے تمام ادارے جس ایک چیز پر (کم از کم فکری حد تک) متفق ہیں وہ یہ ہے کہ حق خود ارادیت کی جدوجہد قانونی اور جائز ہے“(۲۰)۔نیز خود ارادیت کی تحاریک میں کہیں نہ کہیں ہر قوم مدِمخالف کے خلاف جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے طاقت کے استعمال پر مجبور ہوتی ہے اور اس طاقت کے استعمال کو دہشت گردی کے

زمرے میں لانا درست طرز عمل نہیں۔اس حوالے سے پروفیسر کرسٹوفر کوئے لکھتے ہیں کہ ''تقریباً تمام ہی آزادی کی تحریکوں کا ایک لازمی عنصر طاقت کا استعمال ہے۔اقوام متحدہ نے اپنی قراردادوں میں جس تسلسل سے آزادی کی تحریکوں کی حوصلہ افزائی کی ہے اور کچھ کو جرأت مند قرار دیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طاقت کے عنصر کو جائز قرار دیتی ہے'' (۲۱)۔لہٰذا صرف کسی قوم کا طاقت کے استعمال کا ذکر کر کے ان کے افعال کو دہشت گردی قرار دینا اس وقت تک درست نہیں کہا جا سکتا جب تک ان معروضی حالات کو پیش نظر نہ رکھا جائے جن کے تحت ایک قوم یا افراد کا گروہ اس فعل کا ارتکاب کر رہا ہے۔ فلسطین اور کشمیر، وغیرہ دور حاضر کے وہ ممالک ہیں جو اس حوالے سے توجہ کے متقاضی ہیں۔ان ممالک کے عوام کی جدوجہد خالصتاً سیاسی بھی ہے اور کسی حد تک عسکری بھی مگر ان ممالک یا ان علاقوں میں چلنے والی تحاریک کو دہشت گردی کی غیر متفقہ اور نامکمل تعریفوں کے زمرے میں لا کر حق خود ارادیت کا تقاضہ کرنے والوں کو بلاتفریق دہشت گرد گردانا جہاں ایک جانب بین الاقوامی اصول وقوانین اور بنیادی انسانی حقوق کے منافی عمل ہے، وہیں یہ عمل خطے اور بین الاقوامی امن و استحکام کے قیام میں بڑی رکاوٹ ہے۔

دہشت گردی کے اسباب و وجوہات

دور حاضر میں ذرائع ابلاغ پر دہشت گردی کے اسباب کے حوالے سے جب بحث ومباحثہ کیا جاتا ہے تو عام طور پر اس ضمن میں مذہبی انتہا پسندی، دین کی تعلیمات سے عدم آگاہی، جہالت یا کم شرح خواندگی، غربت و افلاس، مسلمان ممالک میں غیر جمہوری وغیر مستحکم حکومتوں اور کرپشن جیسے مسائل کو اس کا سبب قرار دیا جاتا ہے۔مغربی یا مغرب متاثر ذرائع ابلاغ نے آج ان اسباب کی اس تواتر سے تشہیر کی ہے کہ بعض اوقات ہمارے صاحب الرائے حضرات بھی ان ہی عوامل کو دہشت گردی کے حقیقی اسباب شمار کرتے ہوئے دفاعی انداز اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔اور اس پس منظر میں مسلمانوں کو ہی اس کا ذمہ دار سمجھنے لگتے ہیں مگر یہ تصویر کا وہ رخ ہے جسے دکھا کر مغرب اصل مسائل کو دانستہ یا نادانستہ چھپا دیتا ہے۔ مسلمانوں پر دہشت گردی کے موجودہ الزامات کی تاریخ تقریباً چار عشروں سے زیادہ پرانی نہیں،خصوصی طور پر سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اس اصطلاح کا اطلاق مسلمانوں پر کیا جانے لگا ورنہ سرد جنگ کے خاتمہ تک تو آج کے دہشت گرد اتحادی اور مجاہد کہلائے جاتے رہے ہیں۔دہشت گردی کی حقیقی وجوہات کی بحث کے دائرے کو اگر وسیع کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مغرب کو اپنے استعماری نظام کو دنیا پر مسلط کرنے کی راہ میں جو پہلی اور بڑی رکاوٹ نظر آئی وہ اسلامی تہذیب وثقافت تھی۔جس کے اندر آج بھی اتنی صلاحیت موجود تھی کے وہ مغرب کی کم از کم نظریاتی بنیادوں پر مخالف یا مدمقابل ثابت ہو سکتی تھی۔لہٰذا سیموئیل پی ہنٹنگٹن جیسے یہودی مفکرین نے تہذیبوں کے تصادم کا فرضی وخود ساختہ مگر ہیجان انگیز اور خوف زدہ کرنے والا نظریہ پیش کیا۔اور اسلام کے حوالے سے اس قدر منفی پروپیگنڈے کا منظم انداز میں پرچار کیا گیا کہ عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ سمجھا جانے لگا۔اگر غربت، افلاس، جہالت و معاشی

معاملات، مذہب سے ناواقفیت، کرپشن، غیر جمہوری وغیر مستحکم حکومتیں دہشت گردی کی اصل وجوہات ہیں تو یہ معاملات سرد جنگ اور اسرئیل کی ریاست کے قیام سے پہلے بھی اسلامی دنیا میں موجود تھے مگر اس دور میں یہ الزام مسلمانوں کے سر نہیں لگایا جاتا تھا۔ خود مغرب کے حقیقت پسند اور حق گو مصنفین ومفکرین کی ایک قابل ذکر تعداد عہد حاضر کی دہشت گردی کی بیان کی جانے ولی وجوہات کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے اس کا اصل ذمہ دار مغربی طاقتوں کے جارحانہ اور منافقانہ رویوں اور اقوام متحدہ کے دہرے کردار کو قرار دیتی ہے۔ اس حوالے سے مصنف نوم چومسکی کا نام قابل ذکر ہے جو آج دنیا میں کارل مارکس، شیکسپیئر اور انجیل مقدس کے بعد ان دس ماخذوں میں سے ایک ماخذ شمار کئے جاتے ہیں جن کا حوالہ سب سے زیادہ دیا جاتا ہے (۲۲) مزید سابق امریکی اٹارنی جنرل رمزے کلارک، سابق رکن امریکی کانگریس پال فنڈلے، برطانوی مفکر پروفیسر نیئر ایسٹرن اسٹڈیز برنارڈ لیوس، مشہور امریکی مفکر وصحافی باب وڈوارڈ، نوبل انعام یافتہ مفکر برٹرینڈ رسل وغیرہ، ان مفکرین ومصنفین میں شامل ہیں جو ان روایتی اسباب کو اہمیت نہیں دیتے اور یہ عالمی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تباہی اور عالمی امن کو تباہ کرنے کا ذمہ دار مسلمانوں کو یا اسلام کو نہیں بلکہ بیسویں صدی کی عالمی طاقتوں اور ان کی نامنصفانہ عالمی پالیسیوں کو قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا ذیل میں دہشت گردی کے اسباب و وجوہات کو قدرے تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

عالمی طاقتوں کا دہرا سیاسی کردار

آج مسلمان معاشروں میں بڑی تعداد ایسے مفکرین ومصنفین پر مشتمل ہے جو عالمی طاقتوں کے سیاسی کردار کو شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس پر عدم اطمینان کا شکار ہیں۔ اس عدم اعتماد کی بڑی وجہ ان طاقتوں کا دہرا سیاسی کردار ہے۔ عوام میں سیاسی بے چینی اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب لوگوں پر ان کی مرضی کے خلاف کوئی خود ساختہ نظام مسلط کیا جائے۔ لوگوں کو سیاسی آزادیوں سے محروم کیا جائے اور ان پر ان اقدار کی پیروی پر زور ڈالا جائے جو کسی ماحول ومعاشرے کے لئے اجنبی ہیں۔ ایسے حالات میں جب عوام کوئی پرامن راہ نہیں پاتے اور ان کے لئے آزادی سے زندہ رہنے کے راستے مسدود کردیئے جاتے ہیں تو بعض اوقات وہ تشدد پر اتر آتے ہیں۔ ان حالات میں تشدد کے خاتمے کے لئے ان اسباب کو ختم کرنا ضروری ہے۔ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے پیدا ہونے کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے معروف مفکر نوم چومسکی بیان کرتے ہیں: ''ہمیں خود سے یہ پوچھنا چاہئے کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ یہ پیدا ہوتی ہیں مواقع کی عدم فراہمی سے۔ یہ آئی ہیں بامعنی سیاسی شراکت کے مواقع دینے سے انکار سے۔ ایک کے بعد دوسرے معاملے کو اٹھا کر گہرائی میں دیکھیں۔ الجزائر، مصر اور کشمیر وغیرہ جہاں لوگوں کو بامعنی سیاسی شراکت کے مواقع فراہم کرنے سے انکار کیا گیا تو پھر انہوں نے بھی اظہار کے دوسرے راستے اپنا لئے (۲۳)۔ مسلمان آج خود سب سے زیادہ دہشت گردی کا شکار ہیں۔ دنیا میں مہاجرین کی سب سے بڑی تعداد فلسطین، افغانستان، الجزائر وسوڈان وغیرہ کی صورت میں مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

جن کی تعداد تقریباً پچاس (۵۰) ملین ہے جو دوسری جنگ عظیم کے بعد سب سے بڑی تعداد ہے۔اٹھانوے فیصد دہشت گردی کی کاروائیاں مسلمان ممالک میں ہوئی ہیں(۲۴)۔آج بھی یورپ اور امریکہ دہشت گرد کاروائیوں کے حوالے سے دنیا کے محفوظ ترین خطے شمار کئے جاتے ہیں۔اس کے باوجود الزام یہ ہے کہ اسلام دہشت گرد ہے؟

دہشت گردی کے اسباب کو جاننے کے حوالے سے تاریخ کو دیکھیں تو سب سے پہلے عالمی سطح پر اس کا مظاہرہ مغربی معاشی استعمار کی صورت میں نظر آتا ہے۔مغرب نے اپنی مصنوعات کی فروخت اور دیگر اقوام کے وسائل پر قابض ہونے کے لئے نئی عالمی منڈیاں تلاش کیں اور پھر وہ پورے مشرقی افریقہ، آسٹریلیا اور امریکہ پر قابض ہو گئے۔آسٹریلیا، امریکہ اور کینیڈا میں تو انہوں نے اصلی باشندوں کی نسلوں ہی کو ختم کر کے رکھ دیا(۲۵)۔البتہ ایشیا اور افریقہ میں وہ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ یہاں کی اقوام نے مغربی استعمار کے خلاف بھرپور مزاحمت کی۔لہٰذا یہاں حکومتوں کو کمزور کر کے اپنے من پسند مقامی افراد کے ذریعے حکومتوں کو بنانے اور گرانے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔بیسویں صدی میں مشرق وسطیٰ میں عثمانی خلافت کو ختم کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہاں کئی ممالک میں اپنے مہرے بٹھا کر عوام کو ان کا غلام بنا دیا(۲۶)۔اس کے ساتھ ہی دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر عین مشرق وسطیٰ کے مرکز میں اسرائیل کی ناجائز ریاست کی بنیاد ڈالی اور تمام دنیا سے یہودیوں کو فلسطین کی سرزمین پر لا کر بسانا شروع کر دیا۔

مغربی استعمار نے یہی کھیل جنوبی ایشیا میں بھی کھیلا۔برصغیر پر مسلمان تقریباً آٹھ سو سال حکمران رہے۔یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں پہلے تجارت کی اجازت طلب کی اور پھر اس تجارت کے پس پردہ برصغیر کی مسلم حکومت کا خاتمہ کر کے دوسری جنگ عظیم کے بعد جب اس خطے کی آزادی کا اعلان کیا تو یہاں بھی تمام اصول وضوابط پامال کرتے ہوئے اس خطے کی نامنصفانہ جغرافیائی تقسیم کی۔تاریخی ۳ جون منصوبہ ۱۹۴۷ء کے مطابق متعصب برطانوی سیاست دان سائرل ریڈکلف نے حکومت برطانیہ کی ایماء پر مسلم اکثریت کے کئی علاقوں کو سازش کے تحت ہندوستان میں شامل کر کے کشمیر کے تنازعے کو جنم دیا جس کی وجہ سے جنوبی ایشیا کا یہ خطہ کم از کم چار بار (ہندوستان پاکستان کے درمیان لڑی جانے والی) ہولناک جنگوں کا شکار ہوا(۲۷)۔جس میں آج تک لاکھوں لوگ لقمۂ اجل بنے اور کروڑوں لوگ ہنوز متاثر ہیں۔عالمی طاقتوں کے دہرے کردار پر اس وقت مزید سوالیہ نشان لگ جاتا ہے جب وہ مسلمانوں کے تصفیہ طلب مسائل کے حل میں خاموشی اختیار کرتے ہوئے تحریک آزادی لڑنے والوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان کو حق خودارادیت سے محروم کر دیتی ہیں اور اس کے برخلاف مشرقی تیمور میں ایک عیسائی تحریک کی پشت پناہی کرتے ہوئے انڈونیشیا کی مسلمان حکومت کے خلاف ایک ہو کر فی الفور عیسائی ریاست کی آزادی کا اعلان کرتی ہیں اور مشرقی تیمور میں لڑی جانے والی لڑائی اور تشدد کو مقدس جنگ شمار کیا جاتا ہے۔(۲۸)

بوسنیا، الجزائر، سوڈان، عراق اور افغانستان جیسے ممالک میں براہ راست یا بلاواسطہ جارحیت، قتل وغارت گری اور

یہاں کے معاملات کا عوامی خواہشات کے مطابق حل نہ ہونا، وہ عوامل ہیں جنہوں نے یہاں بے چینی پیدا کی اور جس نے ان خطوں کو بدامنی اور تشدد کی نذر کر دیا اور اس بدامنی و انتشار کو دہشت گردی کا نام دیا گیا۔ درحقیقت اس تشدد و بدامنی کی وجہ عالمی طاقتوں کی مسلم ممالک اور ان کی عوام کی زندگیوں میں بے جا مداخلت ان کی منافقت اور جارحیت ہے۔

عالمی طاقتیں اور معاشی عدم استحکام

عہد حاضر میں غیر مستحکم معیشت بھی تیسری دنیا کے ممالک میں بے چینی، انتشار اور بدامنی کی ایک بڑی وجہ ہے۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اشترا کی نظام زوال پذیر ہوا اور اس کی جگہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام نے سنبھالی۔ اشترا کیت ہو یا سرمایہ داری دونوں نظاموں نے دنیا بھر کے معاشی مسائل کو حل کرنے کے بجائے فروغ دیا۔ اشترا کیت کے نعرے کے زیر اثر سوویت یونین میں ۱۹۱۷ء میں بے شمار جانوں کی قربانی دے کر انقلاب لایا گیا۔ اور پھر ۱۹۸۹ء میں یہی نعرہ اس ریاست کے زوال کی بڑی وجہ بنا۔ اس طرح سرمایہ دارانہ نظام کا نعرہ لگانے والوں نے بھی معاشی مسائل میں اضافہ کیا۔ تیسری دنیا یا ترقی پذیر ممالک کی ایک بڑی تعداد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جنوبی ایشیاء جہاں انسانی آبادی کا ایک تہائی حصہ موجود ہے۔ یہاں غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد پچپن سے ساٹھ فیصد بیان کی جاتی ہے (۲۹)۔ دنیا کے چھوٹے ممالک معاشی بدحالی کے سبب بڑی طاقتوں سے قرضے لینے پر مجبور ہیں جس کو ادا کرنے کے لئے سود سمیت واپس لوٹانا ہوتا ہے۔ کیونکہ ترقی پذیر ممالک میں سیاسی بدعنوانیاں عروج پر ہیں اس لئے ان قرضوں کا بڑا حصہ کرپشن کی نذر ہو جاتا ہے اور لئے گئے قرضوں کو سود سمیت واپس کرنے کے لئے عالمی مالیاتی اداروں یا بڑے ترقی یافتہ ممالک سے مزید قرضے حاصل کئے جاتے ہیں۔ جو ان غریب ممالک کی معیشت کو بد سے بدتر حالت کی طرف لے جاتے ہیں۔ جس کے اثرات سے ملک کا غریب و متوسط طبقہ سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ پھر جہاں مالیاتی اداروں یا عالمی طاقتوں سے غریب ممالک کے عیاش حکمران یہ قرضے حاصل کرتے ہیں تو عالمی طاقتیں ان حکمرانوں کو کٹھ پتلی کی طرح استعمال کرتے ہوئے ان ممالک سے اپنے جائز و ناجائز مفادات کا تحفظ کرواتی ہیں۔ جس کے خلاف بعض اوقات عوامی ردعمل پیدا ہوتا ہے جو کبھی تشدد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی کمزوریوں سے صرف ترقی پذیر ممالک ہی متاثر نہیں ہیں بلکہ اس کے زد میں خود ترقی یافتہ ممالک بھی ہیں۔ جو بڑے بڑے مالیاتی اداروں مثلاً ورلڈ بینک اور انٹرنیشنل مانیٹرنگ فنڈ (IMF) وغیرہ کے مقروض ہیں۔ ۲۰۰۸ء میں آنے والے عالمی معاشی بحران (International Financial Crisis) نے سرمایہ دارانہ نظام کی کمزوریوں کو اس وقت دنیا کے سامنے واضح کر دیا جب یورپ کے بڑے بڑے مالیاتی ادارے تباہی کے دہانے پر پہنچے، نامور بینک دیوالیہ ہو گئے اور دنیا بھر کی اسٹاک مارکیٹیں کریش کر گئیں (۳۰)۔ جس کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر عالمی معیشت نقصانات سے دو چار ہوئی۔ یورپ میں افراط زر بڑھا، بے روزگاری میں اضافہ ہوا، بہت سے بینکوں کو دیوالیہ ہونے سے

بچنے کے لئے حکومتوں سے بھاری قرضے لینے پڑے، عالمی تجارت کا حجم کم ہوا، ڈالر کی قیمتیں گریں، لوگوں کی قوت خرید میں کمی ہوئی جس کے نتیجے میں مجموعی طور پر عالمی معاشی سرگرمیاں محدود ہوئیں (۳۱)۔ مغربی ماہرین معاشیات کے تجزیے یہ بتاتے ہیں کہ اس عالمی معاشی بحران کو وقتی طور پر دبایا تو جا سکتا تھا (جیسا کہ انہوں نے کیا) لیکن مستقبل میں اس سے زیادہ شدید اقتصادی بحران کے آمد کی پیشن گوئیاں ماہرین اقتصادیات کر رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ خود سرمایہ دارانہ نظام ہی ہے۔ جس نے ریاستی وسائل پر حکومتی گرفت کمزور کرتے ہوئے، عوام اور پرائیویٹ اداروں کو بے لگام آزادی دی اور وسائل پر قابض ہونے کا موقع فراہم کیا۔ اور اسی کمزوری کی وجہ سے آج دنیا کے اکثر وسائل پر یا تو چند مالیاتی ادارے قابض ہیں یا پھر ملٹی نیشنل کارپوریشنوں نے ان پر اپنی اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔ تجزیوں کے مطابق آج دنیا کی ستر فیصد تجارت پر صرف پانچ سو ملٹی نیشنل کارپوریشنز کی اجارہ داری ہے (۳۲)۔ جن میں اکثر کی ملکیت یہودیوں کے پاس ہے۔ وسائل کا سمٹ کر چند ہاتھوں میں محدود ہو جانا اور دنیا کی اکثریت کا چند لوگوں یا اداروں کا محتاج بن جانا، سرمایہ دارانہ نظام کی وہ کمزوریاں ہیں جنہوں نے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ممالک کو ابتر صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔ یقیناً سرمایہ دارانہ نظام کی کمزوریوں کا سب سے زیادہ ادراک اس نظام کے بنانے یا حمایت کرنے والے مغرب کو بہت پہلے سے تھا اس لئے مغرب نے جب اپنے معاشی نظام کے ذریعے اپنی لامحدود خواہشات وضروریات کو پورا کرنے میں اس نظام کو ناکام محسوس کیا تو اس نے متبادل راستوں کا انتخاب کیا جو یقیناً غیر اخلاقی، غیر مہذب مگر روایتی تھے۔ اس نے دیگر بیرونی ممالک خصوصاً تیل کے وسائل سے مالا مال عرب ممالک پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی جارحانہ کوششیں کیں۔ جو کبھی اسرائیل کا خنجر مشرق وسطی کے قلب میں گھونپنے کی صورت میں اور کبھی صدام حسین کی کویت پر جارحیت کو بہانہ بنا کر خود عراق پر اس سے کئی گنا بڑی جارحیت کا ارتکاب کر کے کی، کبھی اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے مغربی فیکٹریوں میں بننے والے مہلک ہتھیاروں کو بے دریغ مسلمان ریاستوں کو فروخت کر کے ڈالر کمائے، کبھی خود اس اسلحہ کی تلاش کا بہانہ بنا کر اور دیگر عرب ریاستوں سے ان کے تحفظ کے نام پر منہ مانگی قیمت وصول کر کے اپنی گرتی ہوئی معیشت کو سہارا دینے کی کوشش کی گئی۔ غرض یہ کہ جب مغرب نے اپنی لامحدود خواہشات کی تکمیل میں اپنے سرمایہ دارانہ نظام کو کمزور، نامکمل یا ناکافی محسوس کیا تو اس نے دنیا کے قدرتی وسائل پر قابض ہونے کے لئے غیر اخلاقی، غیر قانونی اور روایتی طریقے استعمال کئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے کر ملٹی نیشنل کمپنیوں تک سب کا مقصد ایک ہی نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ وسائل اور سرمائے پر مخصوص اقلیتی طبقے کی اجارہ داری قائم رہے اور دنیا کی اکثریت کو اس سے محروم رکھا جائے۔ غیر منصفانہ معاشی پالیسیاں، وسائل پر بڑی طاقتوں کی اجارہ داری اور اس اجارہ داری کو قائم رکھنے کے لئے دنیا کی کمزور عوام کا معاشی اور اگر ضرورت پڑے تو سیاسی وجسمانی قتل عام وہ عوامل ہیں جنہوں نے غیر مغربی معاشرے میں مخالفانہ جذبات کو بڑھایا ہے۔ اور یہی مغرب مخالف جذبات بعض اوقات بدامنی اور تشدد کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

نتیجۂ تحقیق

دنیا کے سیاہ وسفید کے مالک استعماری طاقتیں سب سے زیادہ دہشت گردی کی مرتکب ہیں۔اس لیے وہ نہیں چاہتیں کہ دہشت (Terrorism) کی کوئی واضح اور دوٹوک تعریف اختیار کر لی جائے بلکہ وہ اسے اِس طرح مبہم رکھ کر اپنی دہشت گردی کو سندِ جواز فراہم کرنا چاہتی ہیں۔ اس لیے اکثر مصنفین و محققین نے بھی اس ابہام کو گوشۂ عافیت کے طور پر اختیار کرلیا ہے۔

کسی فرد یا افراد کے مجموعہ،قوم یا ملک کو طاقت اور اسلحہ کے زور پر ظلم کا نشانہ بنایا جائے یا معاشی ،نفسیاتی ،سیاسی یا سماجی طور پر خوف میں مبتلا کر دیا جائے، اُسے دہشت گردی کہا جائے گا۔جیسے بھارت کشمیر میں،امریکا پاکستان اور افغانستان میں اور اسرائیل فلسطین میں دہشت گردی کا ارتکاب کر رہے ہیں جبکہ افغانی ، پاکستانی، فلسطینی اور کشمیری مجاہدین کی کاوشوں کو جنگِ آزادی کہا جائے گا۔دورِ حاضر میں دہشت گردی کا سب سے بڑا مرتکب امریکا ہے۔(مدیر)

مراجع وحواشی

(۱) فیروز اللغات مادہ 'دہشت'، ص۲۰۱، لاہور، فیروز سنز۔

(۲) لوئس معلوف، المنجد، مترجم ابوالفضل ابوحفیظ ، مادہ 'دہشت' ص ۶۲۶ ، اردو بازار لاہور، خزینۃ الادب۔

(۳) سورۃ الحشر ۵۹ :۳۲

(۴) سورۃ القصص ۲۸:۳۲

(۵) سورۃ اعراف ۷:۱۱۶

(۶) Webster's New World College Dictionary, Third Edition, word "terror", p1382, Boston Houghton Mifflin Harcourt Publishing Company, 2005

(۷) Sami Zaidan, Dr. Desperately Seeking Definitions, Vol 36, p492, Cornel International Law Journal, 2001.

(۸) The World Book of Britanica, 15th ed, p521.Benton Foundation Encyclopedia Britanica Inc., March 2010.

(۹) The world book of encylopedia vol 19, p178, CA World Book Childcraft International, 1988.

(۱۰) U.S code, Title 22, ch 38, p 2656, 2004

(۱۱) Noam Chomesky, The Culture of Terrorism, p29, NY, Black Rose Book Palace, 1998.

(۱۲) www.wikipedia.org, word 'History of Terrorism'.

(۱۳) Simson Jeffery D. The Terrorist Trip, p12, Bloomington, Indiana University Press, 2002

(۱۴) Noam Chomesky, Ibid p62.

(۱۵) Noam Chomeski, Ibid , p56.

(۱۶) Zahid Shah, Jihad and Terrorism, p573, Karachi, F.G University Press, 2009

(۱۷) خورشید احمد، پروفیسر، امریکہ اور مسلم دنیا کی بے اطمینانی، ص۲۴۴، اسلام آباد، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۰۳

(۱۸) www.wikipedia.org, word. 'American Revolutionary wars'.

(۱۹) Ibid.

(۲۰) Christorpner Quaye, Liberation Struggle in international law , p252. PA, Temple University Press, 1991

(۲۱) Christorpner Quaye, ibid, p261

(۲۲) Noam Chomesky, The Culture of Terrorism, translated by Kashif Raza, p7, Karachi, Fazli Sons,2003.

(۲۳) Noam Chomesky, Ibid, p285.

(۲۴) معروف شاہ شیرازی، سید، اسلام اور دہشت گردی، ص ۱٦۷، لاہور، ادارہ منشورات اسلامی، مئی ۱۹۹۸۔

(۲۵) معروف شاہ شیرازی، سید، ایضاً

(۲٦) Wolpert Stanley, Recent Attempts to Resolve Conflicts, India and Pakistan, p55, CA, University of California Press Aug 2010.

(۲۷) معروف شاہ شیرازی، سید، ایضاً، ص۱۷۱۔

(۲۸) معروف شاہ شیرازی، سید، ایضاً، ص۱۷۰۔

(۲۹) Larry Elliot, Three Myths that Sustain the Economic Crisis, The Guardian, 23rd Aug 2012.

(۳۰) Larry Elliot, Ibid.

(۳۱) Larry Elliot, ibid

(۳۲) رضوی، محمد علی ''ملٹی نیشنل کمپنیاں اور انکا کردار''مشمولہ ''ساحل''، ص:۲۱، شمارہ جنوری ۲۰۰۰ء، احمد برادرس کراچی